بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

شوال کے دوسرے ہفتہ میں حسبِ اعلان مجلس شوریٰ کا اجتماع دہلی میں ہوا تھا۔ رفقائے جماعت کو اُس وقت سے روداد کی اشاعت کا انتظار ہے، مگر مجھے گوناگوں پریشانیوں نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ سکون کے ساتھ روداد مرتب کرتا۔ جو لوگ مجھ سے قریب تر ہیں اور حالات سے واقف ہیں انھیں رپورٹ نہ شائع ہونے پر شکایت نہیں ہے البتہ جو لوگ دور ہیں اور نہیں جانتے کہ میں اس وقت کن مشکلات اور پریشانیوں سے دوچار ہوں اُن کے لیے یہ تاخیر بھی خاصی جائز وجۂ شکایت ہے اور میرے لیے اس کے سوا چارہ نہیں کہ ان سے معافی کی درخواست کروں۔

مجلس شوریٰ کے انعقاد کی اصلی غرض چند ایسے اختلافات کا حل تلاش کرنا تھا جو بدقسمتی سے ابتدائی مرحلہ ہی میں اس نازک موقع پر نظامِ جماعت کے اندر رُونما ہو گئے تھے اور جن کی وجہ سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں اقامتِ دین کی یہ منظم کوشش، جو ایک صدی کے تعطل کے بعد پھر شکل شروع ہوئی ہے، شروع ہوتے ہی ختم نہ ہو جائے، اور ایسے مایوس کن اثرات اپنے پیچھے نہ چھوڑ جائے کہ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی اس کی ناکامی مدتوں تک ایک مثال بن کر دینِ حق کے قیام کی سعی و جہد سے روکتی رہے۔ میں نے ان اختلافات کو سلجھانے کی جتنی کوششیں کیں اُن میں مجھے سخت ناکامی ہوئی، اور صرف ناکامی ہی نہیں ہوئی بلکہ تفرق و اختلاف اور بددلی اور بدگمانیوں کا زہر دور و نزدیک کے ارکان میں بالعموم پھیلنا شروع ہو گیا۔ تب میں نے مجبور ہو کر اصحابِ شوریٰ کو دہلی میں جمع ہونے کی تکلیف دی تاکہ اس الجھن کو دور کرنے میں میری مدد کریں۔

چار پانچ روز ہم لوگ اس کام میں منہمک رہے۔ اولاً میں نے چاہا کہ اصل امورِ مختلف فیہ کو زیرِ بحث لایا جائے اور جو

لوگ مجھ سے یا میرے کام سے مطمئن نہیں ہیں وہ خفیہ پرچہ نویسی اور نجویٰ اور غیبت اور ارجاف کو چھوڑ کر جماعت کے سامنے اپنی بے اطمینانی کے اسباب صاف صاف بیان کر دیں، پھر اگر جماعت اُن کے بیان سے مطمئن ہو جائے تو مجھے رہنمائی کے منصب سے معزول کر دیا جائے۔ لیکن ان حضرات نے ایسا کرنے سے اجتناب کیا اس کے بعد میں نے جماعت کے سامنے تین متبادل صورتیں پیش کیں۔ ایک یہ کہ میں خود استعفیٰ دیتا ہوں، میری جگہ کسی دوسرے شخص کو رہنما منتخب کر لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص نہیں ملتا تو تین چار آدمی مل کر اس کام کو سنبھالیں۔ تیسرے یہ کہ جماعت کا یہ نظام جو ہم نے بنایا ہے اسے توڑ دیا جائے اور اُن سب لوگوں کو جو اس نصب العین کی خدمت کا عہد کر چکے ہیں آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جس شخص کا جس پر اطمینان ہو اس سے وابستہ ہو کر کام کرے، اور جو لوگ کسی دوسرے سے مطمئن نہ ہوں مگر خود اپنے اوپر اطمینان رکھتے ہوں وہ خود اٹھیں اور کام کریں، اور جو لوگ دوسروں سے بھی مایوس ہوں اور اپنے آپ سے بھی وہ پھر امام مہدی کے ظہور کا انتظار کریں۔ پہلی تجویز اس بنا پر بالاتفاق رد کر دی گئی کہ جو لوگ اس وقت تک جماعت میں شامل ہوئے ہیں اُن میں سے کوئی بھی اس بار کو سنبھال نہیں سکتا۔ خود اختلاف کرنے والے اصحاب بھی اس امر پر متفق تھے۔ دوسری تجویز بھی بالاتفاق رد کر دی گئی کیونکہ نہ وہ شرعاً صحیح ہے اور نہ عملاً ہمارے مقصد کے لیے مفید۔ رہی تیسری تجویز تو اختلاف رکھنے والے اصحاب کی خواہش یہ تھی کہ اسی پر عمل کیا جائے اور میں خود بھی اسی طرف مائل تھا کیونکہ میں ایسے مختلف المزاج عناصر کے اجتماع میں کوئی خیر نہ دیکھتا تھا جو ترکیب و امتزاج قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوں اور اُن کم سے کم ضروری صفات سے بھی عاری ہوں جن کے بغیر کوئی کارکن جماعت نہیں بن سکتی۔ لیکن اصحابِ شوریٰ کی اکثریت نے اس تجویز سے سخت اختلاف کیا۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ اس طرح جماعت کو توڑ کر ہم اپنے نصب العین کی خدمت کرنے کے بجائے اس کے ساتھ دشمنی کریں گے اور ہماری یہ حرکت اُس جمود کے بقا و استمرار کے لیے ایک نئی حجت بن جائے گی جو بالاکوٹ کی ٹریجڈی کے بعد سے ایک سو دس برس تک اسلامی تحریک پر طاری رہا ہے، اس لیے بجائے اس کے کہ چند اشخاص کے اختلاف کی وجہ سے جماعت ٹوٹے کیوں نہ وہ اشخاص جماعت سے ٹوٹ جائیں جو ساتھ مل کر نہیں چل سکتے۔ یہ دلیل اتنی وزنی تھی کہ آخر کار اسی کو غلبہ حاصل ہوا۔ جو حضرات اختلاف سے متاثر تھے ان میں سے بعض نے رجوع کر لیا اور صرف چار اصحاب ایسے رہ گئے جنھوں نے اختلاف پر قائم رہتے ہوئے جماعت سے

علیحدگی اختیار کرلی۔ ان اصحاب کے نام ظاہر کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے مگر وہ خود اپنی علیحدگی کا اعلان پسند نہیں کرتے اس لیے بہتر ہے کہ ابھی اس پر پردہ ہی پڑا رہنے دیا جائے، اگرچہ

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

لیکن ان حضرات کی علیحدگی کے بعد بھی میں جماعت کی قیادت کا بار سنبھالنا اس وقت تک جائز نہ سمجھتا تھا جب تک کہ رفقاء جماعت کو اختلاف کی پوری حقیقت سے آگاہ کرکے یہ دریافت نہ کرلیتا کہ آیا اس کے بعد بھی وہ مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں یا نہیں چنانچہ میں نے علیحدہ ہونے والوں کی وہ تحریر جس میں انھوں نے میری ذات پر اور میرے کام پر اپنے اعتراضات تفصیل کے ساتھ بیان کیے تھے جماعت کے سامنے پیش کردی اور ہر اعتراض کا جو جواب میرے پاس تھا وہ بھی بیان کردیا، پھر رفقاء سے عرض کیا کہ دونوں پہلوؤں کا بے لاگ موازنہ کرلیں اور آزادی کے ساتھ فیصلہ کریں کہ جس شخص کو انھوں نے ایک سال پہلے اپنا رہنما منتخب کیا تھا وہ اب بھی اُن کی نگاہ میں اس لائق ہے یا نہیں کہ وہ اس کو رہنما تسلیم کریں۔ جماعت کی طرف سے اس سوال کا جواب اثبات میں تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ تحریر جس کا تعلق تنہا میری ذات سے نہیں بلکہ دراصل جماعت اور تحریک سے ہے مجھ کو بصیغۂ راز دی گئی ہے اور ابھی تک اس کے مصنف اسے پرائیویٹ رکھنے ہی پر مصر ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں اسے اور اپنے جواب کو بلا تامل شائع کردیتا۔ الحمدللہ کہ میری زندگی میں کوئی راز نہیں ہے اور نہ میں پبلک زندگی اور پرائیویٹ زندگی کے فرق کا قائل ہوں۔ خصوصاً جبکہ میں بندگان خدا کو ایک راستہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں تو لوگوں پر میرا عیب و صواب سب کچھ کھل جانا چاہیے۔ میں نہ خود فریبِ نفس میں مبتلا ہوں، نہ خدا کو فریب دینا چاہتا ہوں، نہ خلق خدا کو۔ میں نے اس دین کے راستہ کو دوسروں کی آنکھوں سے دیکھ کر نہیں بلکہ خود اپنی ہی آنکھوں سے دیکھ کر اختیار کیا ہے اور معیار دینی کے لحاظ سے اچھی طرح جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں اور کیا نہیں ہوں۔ جو کچھ میں فی الواقع ہوں اس کے سوا کچھ اور اپنے آپ کو ظاہر کرنا میرے نزدیک حرام ہے۔ اگر کوئی مجھ کو میرے اصلی مقام سے بلند تر قرار دے تو مجھے اس کی غلط فہمی رفع کرنے میں بھی کوئی باک نہیں۔ اور اسی طرح اگر کوئی مجھ کو اس سے فروتر ٹھیرائے تو اس کی یہ رائے بھی مجھے متاثر نہیں کرسکتی۔ جتنی اور جیسی خدمتِ دین بجا لانے کی اہلیت اور طاقت میں خود

اپنے اندر پاتا ہوں اسے بہرحال انجام دوں گا خواہ کسی کے نزدیک میں اس کا اہل ہوں یا نہ ہوں۔

مجھے معلوم ہے کہ ابھی جماعت میں کچھ اور لوگ ایسے موجود ہیں جو مجھ سے یا میرے طریقِ کار سے مطمئن نہیں ہیں اور وہ جگہ جگہ رفقائے جماعت میں بددلی پھیلاتے پھر رہے ہیں۔ میں ان حضرات سے عرض کروں گا کہ یہ ایک پاک جماعت ہے جو ایک پاکیزہ ترین مقصد کے لیے بنائی گئی ہے۔ براہ کرم وہ اسے سیاسی جماعتوں کے سے ناپاک طریقوں سے گندہ نہ کریں۔ اُن کے لیے جائز اور معقول طریقہ یہ ہے کہ یا تو جماعت کے سامنے آکر دلیل و حجت سے میری نااہلی ثابت کریں اور مجھے رہنمائی کے منصب سے ہٹا دیں، یا پھر صبر کے ساتھ میری اطاعت کریں، یا اگر صبر بھی نہیں ہو سکتا تو جماعت سے نکل جائیں اور جو کچھ ان کو حق اور صواب نظر آتا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔ یہ غیبت اور نجویٰ اور ارجاف جس میں وہ مبتلا ہو گئے ہیں، جماعتی اخلاق کے اعتبار سے بدترین جرائم ہیں جن کی سخت مذمت قرآن میں کی گئی ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اس روش سے باز نہ آئے تو مجھے مجبوراً ان کے خلاف سخت کارروائی کرنی پڑے گی۔ اب تک میں نے بہت سی فتنہ پردازیوں کو نہایت صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کیا ہے لیکن اب میں کسی کے ساتھ رعایت کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ جماعتی نظام کے تحفظ کی ذمہ داری خدا اور خلق دونوں کے سامنے مجھ پر عائد ہوتی ہے، اور میں مجرم ہوں گا اگر جماعت کے اندر فتنہ پھیلانے کی اجازت دوں۔ جماعت بنانے کی غرض یہ تھی کہ ہم اپنی اصلاح اور دنیا کی اصلاح کے لیے ایک دوسرے کے معاون بنیں اور قوتوں کو مجتمع کر کے اس سے زیادہ کام کریں جو انفرادی طور پر الگ الگ کر سکتے تھے، نہ یہ کہ ایک دوسرے کے لیے عیب چیں، خوردہ گیر اور خارِ راہ بن جائیں اور جو کچھ ہم میں سے ایک شخص تنہا کر سکتا تھا اتنا بھی اسے نہ کرنے دیں۔

رفقائے جماعت کو میں ہدایت کرتا ہوں کہ اپنے میں سے جس شخص کو وہ انفرادی طور پر نجویٰ کرتے اور بددلی پھیلاتے دیکھیں اس کی باتیں سننے سے انکار کر دیں اور اسے مجبور کریں کہ وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے، افراد سے الگ الگ نہ کہے بلکہ مقامی جماعت کے اجتماع میں شریک ہو کر باقاعدہ اپنے اعتراضات بیان کرے۔ پھر اس کے اعتراضات اس کے سامنے ضبطِ تحریر میں لائے جائیں اور میرے پاس

بھیج دیے جائیں، میں جماعت کو اس کے اعتراضات کی حقیقت سے آگاہ کر دوں گا۔ رفیقوں کو خوب جان لینا چاہیے کہ اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ، درحقیقت شیطان ہی جو اس کام کو برباد کرنے کے لیے ایک ایک شخص کے پاس جا جا کر اُسے اکسانے کی کوشش کر رہا ہے۔ جماعت کا سامنا کرنے سے وہ بچتا ہے اور افراد کو الگ الگ شکار کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس کی چالوں کا مقابلہ کرنے کی یہی صورت ہے کہ انفرادی سرگوشیوں کے لیے کان بند کر لیے جائیں اور ہر اس شخص کو جو کسی چیز پر ناراض یا معترض ہو مجبور کر دیا جائے کہ یا تو وہ جماعت کے سامنے آکر اپنے اسبابِ ناراضی اور وجوہِ اعتراض بیان کرے ورنہ جماعت سے الگ ہو جائے۔

جس قدر اعتراضات اب تک میرے علم میں آئے ہیں ان کی تہ میں چند خرابیاں کام کر رہی ہیں جن پر یہاں تنبیہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، کیونکہ بالعموم افرادِ جماعت کو انہی خرابیوں میں سے کسی نہ کسی کے اثرات سے سابقہ پیش آئے گا۔

سب سے پہلی بنیادی خرابی یہ ہے کہ اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کے لیے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصورِ کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی ہی قوی ہوں، کوئی پہلو کمزور نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں، اگرچہ زبان سے ختمِ نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی زبان گُدّی سے کھینچنے کے لیے تیار ہو جائیں مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں ہیں کہ اس کی قیادت میں دین کی اقامت کے لیے جد و جہد کریں۔ یہ وہی ذہنیت ہے جس کی بدولت ایک گروہ "مردے از غیب" کے انتظار میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ گیا اور ایک دوسرے گروہ نے آخر کار اجرائے نبوت کا ارتکاب کر ڈالا۔ بخلاف اس کے میں جس نظریہ پر کام کر رہا ہوں وہ اس ذہنیت کے بالکل برعکس ہے۔ مجھے اس امر کا کوئی ثبوت کتاب و سنت میں نہیں ملا کہ خدا کے دین کو قائم کرنے کے لیے مردِ کامل کا وجود شرط ہے اور وہ نہ ملے تو یہ فریضہ امت پر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ میرے علم میں یہ کام بہر حال کرنے کا ہے، اگر مردِ کامل نہیں ملتا تو ہم مردانِ ناقص ہی کو مل کر اس کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر میں نے اپنی خامیوں اور کوتاہیوں سے واقف ہونے کے باوجود دعوتِ دینی شروع کی تھی، اور جب یہ دعوت اس حد تک پختگی کو پہنچی کہ لوگوں کو جمع کر کے ایک منظم جتھا بنانا ممکن ہو گیا تو میں نے رفقائے سفر سے اوّل روز ہی کہہ دیا تھا کہ نہ میں خود کامل ہوں، نہ آپ لوگوں میں سے کوئی کامل ہے، ہم میں سے ہر ایک کسی پہلو میں ناقص اور کسی دوسرے پہلو میں کامل یا قریب بکمال ہے، لہٰذا آئیے ہم مل کر ایک مردِ کامل بننے کی کوشش کریں

اگر ہم حتی الامکان ایک دوسرے کے نقائص کو دور کرنے میں معاون بن گئے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے قوی پہلو سے دوسرے کے کمزور پہلو کی تلافی کرے گا تو بحیثیتِ مجموعی ہماری یہ جماعت اس کمال کو حاصل ہو جائے گی جس کے ساتھ ہم اللہ کا کلمہ بلند کر سکیں گے۔ لیکن افسوس کہ یہ نظریہ بہت کم لوگوں کے دلوں میں اتر سکا ہے اور بار بار کی فہمائش کے باوجود حال یہ ہے کہ بہت سے رفیق رہنمائی کے منصب پر ایک نبی مبعوث من اللہ کو ڈھونڈتے ہوئے آتے ہیں، خورد بین لگا لگا کر مجھے دیکھتے ہیں، پھر ہر ایک اپنے تصورِ کمال کے لحاظ سے ایک فہرست بنا کر میرے سامنے پیش کر دیتا ہے کہ یہ یہ خامیاں اپنے اندر سے نکالو اور یہ یہ صفات کمالیہ اپنے اندر پیدا کرو تب کام چلے گا، اور جب ہفتہ دو ہفتہ میں میرے اندر ان کے منشا کے مطابق انقلاب رونما نہیں ہو جاتا تو بس ان کے دل بیٹھنے لگتے ہیں اور خود ہی بیٹھنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ دوسروں کے دل بٹھانے کی بھی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ مجھے ان لوگوں کی اس نادانی پر افسوس ہوتا ہے، مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے سوچنے کا انداز کیسے بدل دوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ مجھے ان سے وہ مدد ملتی ہے جس کا میں خود اپنی تکمیل کے لیے محتاج ہوں، نہ میں ان کے کمزور پہلوؤں کی تقویت کے لیے کچھ کر سکتا ہوں جن میں اللہ نے مجھ کو ان سے زیادہ قوت بخشی ہے، اور نہ اجتماعِ قویٰ سے وہ طاقتور شخصیت ہی بننے پاتی ہے جو کوئی بڑا کام انجام دینے کے قابل ہو۔

اسی سلسلہ کی ایک اور خرابی یہ ہے کہ وہ مختلف عناصر جن سے اس جماعت کی ترکیب ہوئی ہے، ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے بمشکل آمادہ ہوتے ہیں۔ نہ ان میں اتنا صبر ہے کہ ہمدردی کے ساتھ ایک دوسرے کو سمجھیں اور بتدریج ایک دوسرے کی اصلاح و تربیت کریں، نہ اتنا انصاف ہے کہ اپنی خوبیوں کے ساتھ اپنی کمزوریوں کا اور دوسروں کی کمزوریوں کے ساتھ ان کی خوبیوں کا بھی احساس و اعتراف کریں، نہ اتنی لچک ہے کہ دوسرے عناصر کے ساتھ مل کر ایک متحد المزاج معجون بننے کے لیے تیار ہوں، نہ اتنا حسنِ ظن ہے کہ جو لوگ انہی کی طرح ایک دعوتِ حق پر لبیک کہتے ہوئے آئے ہیں ان کے عمل میں اگر کچھ کوتاہی پائیں تو اس کو ارادی فجور و عصیان یا قصدی غلط کاری کے سوا کسی اور سبب پر بھی محمول کر سکیں۔ ہر ایک جس طبقے سے آیا ہے اور جس رنگِ زندگی سے اب تک مانوس رہا ہے اسی میں پوری جماعت کو رنگا ہوا دیکھنا چاہتا ہے، اور اس سے مختلف رنگ دیکھ کر دل برداشتہ ہونے لگتا ہے حالانکہ یہ ذہنیت اس جماعت کے مزاج کے بالکل خلاف ہے اور اس کا نتیجہ پھر یہی ہو سکتا ہے کہ ایک ایک طبقے اور ایک ایک رنگ کے لوگ الگ الگ گروہ بن جائیں اور ہر ایک گروہ اپنی خوبیوں کے ساتھ اپنی ان کمزوریوں اور خامیوں کا بھی حامل رہے جن کی بدولت اب تک ہمارا کوئی گروہ اقامتِ دین کے لیے کوئی قابلِ ذکر سعی نہیں کر سکا ہے۔ ہماری اس جماعت کی خوبی یہ تھی کہ اس نے ایک کلمہ اور ایک نصب العین کی کشش سے تمام مختلف

طبقات کے لوگوں کو کھینچ کر یکجا کر لیا۔ ان میں وہ نئے طبقہ کے لوگ بھی ہیں جو جاہلیت جدیدہ میں غرق ہو چکے تھے اور اب للہ نے ان کی آنکھیں کھول کر راہِ راست انھیں دکھا دی۔ ان میں وہ متوسط طبقہ کے لوگ بھی ہیں جو نئے اور پرانے رنگ کی مخلوط سوسائٹی سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں وہ پرانے رنگ کے لوگ بھی ہیں جن میں کچھ شرعی صورت کی تقلید اور کچھ دورِ انحطاط کے قدامت پرستانہ تعصبات ملے جلے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک طبقہ اپنے اندر کچھ خوبیاں رکھتا ہے جو دوسرے طبقہ میں نہیں ہیں اور کچھ خرابیاں رکھتا ہے جن سے دوسرا طبقہ محفوظ ہے۔ ہماری اس جماعت کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ یہ سب مل کر باہمی رفاقت، صحبت اور تعاون سے بتدریج ایک دوسرے کی خرابیوں کو دور کرنے اور ایک دوسرے کی خوبیاں جذب کرنے کی کوشش کریں، اور یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ ان میں تحمل ہو، صبر ہو، ہمدردی ہو، انصاف ہو، لچک ہو، حسنِ ظن ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ اب تک یہ اسپرٹ بہت کم پیدا ہوئی ہے، خصوصاً پرانے طرز کا طبقہ اس معاملہ میں دوسرے طبقوں کی نسبت زیادہ شدت پسند ثابت ہو رہا ہے۔ یہ لوگ اپنی خوبیوں کا مبالغہ آمیز تصور رکھتے ہیں اور اپنی کمزوریوں کو سمجھنے سے گریز کرتے ہیں، دوسروں کی خوبیوں کا اندازہ ہمیشہ کم لگاتے ہیں اور انھیں جذب کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، اور جس دینداری کو انھوں نے وراثتاً آسانی کے ساتھ پا لیا ہے اس کا رنگ اُن لوگوں پر فوراً چڑھتے دیکھنا چاہتے ہیں جن کی زندگی کا بڑا حصہ ایک دوسرے رنگ میں گذر چکا ہے اور جنھیں نیا رنگ اختیار کرنے میں سخت مشکلات سے دوچار ہونا ہے۔ جہاں تک حقیقی دینداری کا تعلق ہے اس کی بہت سی خصوصیات سے یہ لوگ ابھی خود محروم ہیں کیونکہ وراثتہً انھیں وہ چیزیں نہیں ملیں، اور انھیں اختیار کرنا ان کے لیے بھی ویسا ہی مشکل ہو رہا ہے۔ لیکن یہ دوسروں کی پوزیشن سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور بہت جلدی دل برداشتہ ہو کر بھاگ نکلنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

ابھی اس سلسلہ کی چند اور خرابیاں میری نگاہ میں ہیں جنھیں آئندہ اشاعت میں بیان کروں گا۔ یہاں مجلسِ شوریٰ کے دو مزید فیصلوں کا ذکر کر دینا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ پنجاب، یوپی، بہار اور دکن میں جماعت کی تنظیم کے لیے جو بڑے بڑے حلقے بنا کر نائبینِ امیر کو تفویض کیے گئے تھے، انھیں باستثنائے حلقۂ دکن توڑ دیا گیا اور اب ان تمام علاقوں کی جماعتوں کا تعلق براہِ راست مرکز سے ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مرکز میں تعمیری کام کا جو نقشہ میں نے بنایا تھا، اور جو ربیع الآخر کے ترجمان القرآن میں شائع ہو چکا ہے اس پر مجلس نے تفصیلی غور کیا اور اس سے اتفاق کر لیا۔